

انتقاد کے لئے کتاب کے دوسرے آنا ضروری ہے

انتقاد

۱۔ بیمہ زندگی : از مفتی پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ

و از مولانا محمد ولید حسن صاحب مفتی مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی

۲۔ پرائیڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ اور سود کا مسئلہ : مرتبہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ

شائع کردہ مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کراچی ۱۳۸۹ھ

دونوں رسالے برائے تبصرہ ماہ رواں میں موصول ہوئے۔ دونوں رسالے نہایت اہم اور فی زمانہ اختلافی مسائل کے حامل ہیں۔ دونوں رسالوں کی اہمیت اور توثیق کے لئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ کا اہم گرامی کافی ہے۔ مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کراچی کا لوگوں کو شکر گزار ہونا چاہیے کہ ایسے ضروری اور اہم مسائل کی طرف مجلس نے توجہ کی اور علمائے امت کی طرف سے عوام کی رہنمائی کا فریضہ ایک گونہ ادا کرنے کی کوشش کی۔ یہ رسالے درحقیقت دو استفتاء کے جواب میں لکھے گئے ہیں۔

پہلا رسالہ مولانا محمد اسحاق سندیلوی کنوینر مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ کے سوالنامہ متعلق ”انشورنس“ کے جواب میں معرض تحریر میں آیا ہے۔ سوالنامے میں بیمہ کی حقیقت، بیمہ کمپنی کے مقصد، بیمہ کی تینوں قسموں — (الف) زندگی کا بیمہ (ب) املاک کا بیمہ (ج) ذمہ داری کا بیمہ۔ نیز بیمہ کے مصالح اور مفاسد کی وضاحت کے بعد بارہ سوالات کئے گئے ہیں جن کا لب لباب حسب ذیل ہے :-

۱۔ بیمہ کمپنی کے منافع کی رقم کو ربا گنہگار سمجھا جاتا ہے یا نہیں، کیا ربا کی صورت میں جواز کی کوئی گنجائش نکل سکتی ہے؟
۲۔ بیمہ کے تینوں قسموں کا حکم ایک ہے یا کیا؟

۳۔ معاملہ کی یہ شرط کہ بیمہ شدہ کے ایک خاص مدت میں تلف ہونے پر اتنی رقم اور بعد میں تلف ہونے پر ایک دوسری رقم ادا کی جائے گی اس معاملہ کو قمار کے حدود میں داخل کرتی ہے یا نہیں۔

۴۔ قمار یا غرر کی صورت میں کیا جواز کی کوئی گنجائش ہو سکتی ہے؟

۵۔ بیمہ دار اپنی اصل رقم پر قناعت کرے تو کیا یہ معاملہ جائز ہو سکتا ہے؟

ہے منافع کی رقم کو امداد تبرع اور احسان قرار دینا ممکن ہے یا نہیں؟

الحرب کا مسلمان اپنی ملکی کمپنیوں کے ساتھ معاملہ کرے تو کیا جائز ہوگا؟

ومت کے انشورنس کے کاروبار اور نجی کمپنیوں کے اس معاملے میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

ومت کے اس معاملے میں سود کی رقم کو ربا کہیں گے یا نہیں اور یہ معاملہ کیا جائز ہوگا؟

۱ کے تحت منافع کی رقم حکومت سے لے کر حکومت کے ٹیکس یا کسی دوسری ٹھہری دینا یا بغیر نیت ثواب

ی کو دینا جائز ہوگا یا نہیں نیز انشورنس کی مروجہ شکل میں جواز کے لئے ترمیم ہو سکتی ہے یا نہیں؟

۵ سوالنامے کا پہلا جواب مخدوم و محترم مولانا شفیع صاحب کا تحریر کردہ ہے جس کی تصدیق میں چھ مشاہیر

دستخط ہیں۔ یہ جواب صفحات ۱۲-۲۲ پر مشتمل ہے۔ دوسرا جواب مفتی ولی حسن ٹوٹی کا تحریر کردہ ہے اور صفحات

۶۴ پر مشتمل ہے۔ آخر میں ایک ضمیمہ میں بی کمپنیوں کی ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے تاکہ فتاویٰ کے انتساب

میں کسی قسم کا بیجا تصرف نہ کریں۔

مخدوم و محترم مفتی صاحب کے جواب باصواب کے متعلق کچھ کہنا چھوٹا منہ بڑی بات ہوگی اور سوالوں کے

میں ان کی تحریر ہمارے لئے سند ہے۔

بیتہ نفس مسئلہ کے متعلق بعض حقائق کی وضاحت کم از کم یہ بیہیجہ دان ضروری سمجھتا ہے تاکہ ہر طبقے کے اہل علم کو

انصیب ہو اور ممکن ہے کہ بعض اہل علم حضرات ان کے متعلق کچھ مزید راہنمائی فرمائیں:

یہ بات واضح ہے کہ ربا کسی حال میں حلال نہیں ہو سکتا اور قرآن پاک نیز حدیث نبویؐ سے اس کے سارے

اقسام کی حرمت بین طور پر واضح کر دی گئی ہے یہ بات بھی تسلیم شدہ ہے کہ تجارتی کاروبار کے منافع حلال

ہیں اور ربا نہیں۔

پاکستان ایک اسلامی جمہوری حکومت ہے جہاں اور سارے مسلم نیز غیر مسلم ممالک کی طرح مغربی طرز تجارت

مغربی قوانین اور بینک کے قواعد نافذ ہیں۔ اور سارے عالم کے بینک اپنے کاروباری اصول و ضوابط میں

عالمی بینک (ورلڈ بینک) سے پوری طرح منسلک ہیں۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ پاکستان کے اسٹیٹ بینک کے اصول کے ملک کے سارے بینک پابند ہیں نیز

یہاں کے تجارتی اصول یا بینک کے قوانین و ضوابط حکومت سے منظور شدہ ہیں سانحہ ہی یہاں کے بینکوں

اور انشورنس کمپنیوں میں حکومت کا حصہ دو تہائی ہے اور بقیہ حصہ بھی حکومت کی اجازت و اختیار سے حکومت

کے مطابق تصرف میں لایا جاتا ہے۔ کہ اس میں کوئی کلام نہیں کہ حکومت کے منظور شدہ قوانین و اصول کے مطابق سارے بینکوں اور سیمپلینوں کے معاملات تعاون باہمی کی بنیاد پر جاری ہیں اور لوگوں کے حقوق و رقوم کی حفاظت کی ضمانت ان کا اولین فریضہ ہے۔ اگر کسی قسم کی کچھ بدعنوانی پائی جاتی ہے تو یہ چیز کم و بیش حکومت کے تقریباً سارے محکموں اور اداروں میں عام ہے جس کا لحاظ عمومی طور پر نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا شمار اتفاقات میں ہوگا یہ بنظمی الگ چیز ہے جس کا اثر نفس قانون پر نہیں پڑتا۔

- یہ حقیقت ہے کہ بینک کے بعض موجودہ طریقے اور ان کے سارے معاملات اسلامی اصول تجارت اور اسلام کے مباح معاملات کے معیار پر پوری طرح پورے نہیں اترتے اور ان کے بعض معاملات اسلام کے سراسر منافی ہیں مثلاً قمار کی بعض منظور شدہ شکلیں اسٹاک ایکسچینج سٹہ وغیرہ یا بینکوں کے قرض کے معاملات جن میں زائد رقم کا لین دین جو بظاہر رہا سمجھا جاتا ہے۔

- اسلام نے بعض ایسے معاملات کو جن میں عادتاً فساد کا شائبہ نہ تھا جیسے بیع سلم ہے مباح قرار دیا ہے منابر میں حکومت کے محدود کئے ہوئے منظور شدہ قوانین کے ماتحت ترقیاتی قرض کے لین دین میں جو حقیقت میں کاروبار کی ایک شکل ہے اور حوالہ اصحاب کی فراہمی کے لئے یہ معاملہ نہیں کیا جا رہا ہے اور اس معاملے میں فساد معاشرہ کا خوف بھی نہیں ہے کہ یہ مالکی قوانین کے مطابق اور اسلام کے بعض مباح معاملات کے مثل ہے اس قانونی رقم کو ربا کہا جائے گا یا نہیں یہ سوال اس لئے غور طلب ہے کہ عصر جاہلیت کے ربا کے معاملات سے یہ بالکل مختلف ہے اس لحاظ سے کہ جاہلیت کے زمانے میں ایسے معاملات اجتماعی منصوبے نہیں تھے اور ان کا تعلق افراد سے تھا اور وقت و اجل کے مقابل میں زائد رقم دونا کرتے جلتے تھے اور ان کے لئے کوئی قاعدہ قانون مقرر نہ تھا بلکہ سراسر ظلم کے من مائے طریقے تھے۔ آج بھی ایسے معاملات ممنوع ہیں اور حکومت بھی ربا بمعنی USUARY (سود) کو حرام قرار دیتی ہے۔ البتہ آج کل عرف عام میں حکومت کے منظور کردہ فیس یا انٹرسٹ کے مقررہ نرخ کو ترقیاتی قرض کے معاملات میں ناجائز تصور نہیں کیا جاتا کہ یہ حلال اجتماعی طور پر رائج ہیں اور افراد کے ساتھ مخصوص نہیں سارے لوگوں کے لئے عام ہے۔

رسالہ ”پراویڈینٹ فنڈ پر زکوٰۃ اور سود کا مسئلہ“ میں صفحہ ۱۱۱ میں مفتی صاحب رقم طراز ہیں: ”اب اگر محکمہ اپنے حاصل کردہ منافع میں سے یا خود اپنی طرف سے اس رقم پر کچھ مزید رقم سود کے نام سے بڑھاتا ہے تو شرعاً وہ سود کی تعریف میں داخل نہیں بلکہ محکمہ کی طرف سے ایک انعام ہے جو ملازم کو دیا جاتا ہے اس لئے

اس کو اپنے استعمال میں لانا جائز ہے غلطی سے اس کا نام ”سود“ رکھ دینا مسئلہ پر اثر انداز نہیں۔
چونکہ حکومت پاکستان کے سرکاری یا منظور شدہ سرکاری محکمے اور بینک سب حکومت کے اسٹیٹ بینک کے
ج ہیں اور سب کے معاملات ایک جیسے ہیں اور سب کا تعلق باہمی جاری و ساری ہے اس لئے بینک ہو یا ڈاک خانہ
لازمت کا محکمہ منافع کی قانونی رقم جو دی جاتی ہے یا بطور فیس لی جاتی ہے کیا یہ صحیح نہ ہو گا کہ ہم اس کو بھی ”سود“
رہا“ نہ کہیں بلکہ ”حسن ادا“۔ ”انعام“ یا ”فیس“ یا سیونگ بینک کی شکل میں اپنی رقم کے حصے (سہام و
اہمیت کی ”منفعت“ سے تعبیر کریں؟ سیونگ بینک کی رقم کو شرائط بینک کے لحاظ سے نہ قرض کہنا صحیح ہے
مانت بلکہ بینک کو غیر معینہ مدت کے لئے اس کا مالک بنانا ہے۔ البتہ قواعد کے موافق یہ رقم عند الطلب واپس
جاسکتی ہے جیسا کہ شرکت اور مضاربیت کے معاملوں میں بھی یہ ممکن ہے۔

رسالہ ”ہیمنہ زندگی“ صفحہ ۱۴ آخری سطریں: ”(ج) تینوں قسم کے ہیمنوں میں جو یہ شرط ہے کہ جو شخص کچھ رقم ہیمنہ یا ایسی کی جمع کرنے کے بعد باقی قسطوں کی ادائیگی بند کر دے اس کی جمع کردہ رقم سوخت ہو جاتی ہے، یہ شرط خلاف شرع اور ناجائز ہے قواعد شرعیہ کی رو سے اس کو تکمیل معاہدہ پر مجبور تو کیا جاسکتا ہے اور عدم تکمیل کی صورت میں کوئی تعزیری سزا بھی دی جاسکتی ہے الخ“۔

اس عبارت میں جس شرط کا ذکر کیا گیا ہے یہ شرط تقریباً ۱۹۶۷ء کے لگ بھگ بیمہ کمپنیوں کے یہاں رائج، لیکن حکومت پاکستان جیسا کہ قبل بیان کیا جا چکا ہے ساری بیمہ کمپنیوں میں دو تہائی کی سہیم (حصہ دار) ہواؤں کی تنہائی پر بھی اپنی نظر رکھتی ہے اس میں حکومت کی مرضی کے خلاف بینک یا کمپنی والے کوئی تصرف نہیں کر سکتے۔

۲۔ بیمہ کمپنیوں کا ”حکومت پاکستان کا منظور شدہ قانون“ یہ ہے کہ کسی پالیسی کی ادائیگی قبل از وقت روک جائے تو کمپنی صرف دس فی صد وضع کر سکتی ہے اور بقیہ رقم کی واپسی کمپنی پر لازم ہے بنا بریں خلاف شرع ہونے حکم ظاہر نہیں ہوتا۔

- رسالہ ”بیمہ زندگی“ صفحہ ۱۶ : ”(۷) جائز ہے“ اس عبارت سے صندوق التوفیر یا سیونگ بینک کی صورت کا جواز بھی ظاہر ہوتا ہے۔

- رسالہ ”بیمہ زندگی“ صفحہ ۱۶۔ ”(۸) تبرع اور احسان کی کوئی علامت یہاں موجود نہیں ہے۔ چونکہ حکومت نے ساری رعایا کے امداد و اعانت کے لئے بیمہ کمپنیوں کی ضمانت لے لی ہے اور اس وقت ساری ممالک یا خارجی حکومت پاکستان کی سرپرستی اور ذمہ داری پر قائم ہیں اس لئے یہ مفروضہ خلاف واقعہ ہے۔